مسلح افواج، پاکستان کا دفاع اور تقاضے

جنرل مرزا اسلم بیگ ○

ہماری بری فوج نے ملک کے لیے بے مثال قربانیاں دی ہیں، لیکن ہماری اعلیٰ عسکری قیادت نے اپنی نااہلی کے سبب ان قربانیوں کو ضائع کر دیا ہے اور ملک کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ مثلاً قیام پاکستان کو ۱۰ سال بھی نہیں ہوئے تھے کہ جنرل ایوب خان نے امریکا کو اپنا آقا بنالیا اور پچھتانے پر کتاب لکھ ڈالی لیکن اس کمبل نے آج تک ہماری جان نہیں چھوڑی۔ ایوب خان مایوس ہوئے تو اقتدار جنرل یحییٰ خان کے حوالے کر دیا، جنھوں نے ایسی حکمت عملی اپنائی کہ ملک دولخت ہوگیا۔ ۱۹۷۱ء میں لیفٹیننٹ جنرل نیازی نے سقوط ڈھاکہ کے معاہدے پر دستخط کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کی۔ جنرل ضیاء الحق نے اپنے آقاوں کی خوش نودی میں منتخب وزیراعظم کو پھانسی دینے میں کسی ندامت کا اظہار نہیں کیا۔ جنرل پرویز مشرف نے ملکی سلامتی کو داؤ پر لگادیا، اور برادر پڑوسی ملک افغانستان کے خلاف امریکا کی جنگ میں شامل ہونے سے نہ صرف پاکستان پر دہشت گردی کا عذاب نازل ہوا بلکہ افغانستان کے ساتھ ایک نیا محاذ بھی کھل گیا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ اس جرم میں ہماری عدلیہ، انتظامیہ، کچھ سیاسی جماعتیں اور اشرافیہ برابر کے شریک رہے ہیں۔

جنرل مشرف کی پالیسی کا نتیجہ ہے کہ ہماری فوج افغانستان کی جنگ آزادی سے لاتعلق ہوچکی ہے اور ہم بھی نہیں سوچتے کہ ۴ کروڑ ۵۰ لاکھ پختون ڈیورنڈ لائن کی دونوں جانب رہتے ہیں۔ ان میں سے ۶۰ فی صد پاکستان میں ہیں، ۴۰ فی صد افغانستان میں اور ۱۰ فی صد پاکستان کے دل، یعنی کراچی میں آباد ہیں، جنھوں نے گذشتہ تین دہائیوں میں دنیا کی بڑی سے بڑی قوتوں کو

○ سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

شکست سے دوچار کیا ہے۔ ان کی اس جدوجہد آزادی میں پاکستانی پختونوں نے ان کی بھرپور مدد کی ہے اور یہ مدد اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ وہ غاصب قوتوں سے اپنی آزادی چھین نہیں لیتے۔ ایک عرصے سے پختون قوم کو تقسیم اور علیحدہ کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ گذشتہ ایک سو پچیس سال سے ڈیورنڈ لائن اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام رہی ہے۔ طاقت کا استعمال ہمیشہ ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہوا ہے اور اب قائداعظم کے نظریے کو عملی جامہ پہنانے کا وقت آ گیا ہے۔ قائداعظم نے پختون قوم کو متحد رکھنے کے لیے پاکستان اور افغانستان کی سرحدوں سے فوج کو ہٹا لیا تھا اور اس کی نگرانی پختونوں کو سونپی تھی۔ قائداعظم کا ویژن پختون قوم کی یک جہتی اور اس کے پھیلاؤ سے متعلق تھا جو ڈیورنڈ لائن سے آگے کوہ ہندوکش تک اور اس سے آگے آمو دریا تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے جھٹلانے کی کوشش میں ہم نے ان سرحدوں پر دوسرا محاذ کھول لیا ہے۔

ان تمام تر غلطیوں کے باوجود ہماری فوج نے ۱۹۸۰ء کی دہائی میں وہ صلاحیت حاصل کر لی کہ جس کے سبب اسے دنیا کی بہترین افواج میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی دور میں دو بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں جو ہمارے تجدیدی عمل کو آگے بڑھانے میں معاون ثابت ہوئیں۔ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں Armed Forces War College کی بدولت ہماری عسکری قیادت اعلیٰ عسکری تعلیم سے آراستہ ہو چکی تھی اور فوجی فارمیشنوں، اداروں اور اکثر عسکری شعبوں کی سربراہی وار کالج کے فارغ التحصیل افسروں کے ہاتھوں میں تھی، جنھوں نے بری فوج کے تمام نظام کو ترقی یافتہ بنانے کا جامع منصوبہ بنایا تاکہ مستقبل میں پیش آنے والے کثیرالجہتی خطرات سے احسن طریقے سے نمٹا جاسکے۔ دوسری بڑی تبدیلی چین کے ساتھ ہماری دفاعی شراکت مثالی ہونے کے ساتھ ساتھ منفرد نوعیت حاصل کر چکی تھی۔ اسی شراکت کی بدولت ہماری فوج ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ ہماری عسکری قیادت اب اعلیٰ عسکری تعلیم سے مزین ہے اور ساتھ ہی ہمیں چین کی غیر مشروط مدد بھی حاصل ہے، جسے ہم رحمتِ ایزدی سمجھتے ہیں۔ یہی دو اہم عوامل ہیں جن کی بدولت پاکستانی فوج ایک جدید ترین فوج بننے کے اہداف حاصل کر سکی ہے اور ۹۰ فی صد تک خود انحصاری اور چالیس دنوں تک جنگ لڑنے کی صلاحیت بھی حاصل ہے، الحمدللہ۔

ہماری فوج کا ترویجی عمل ایک تزویراتی حقیقت ہے جو دشمنوں کے عزائم کے خلاف

مضبوط چٹان کی مانند ہے، قومی سلامتی اور ترقی و کمال کی ضمانت بھی ہے۔ پاکستان اور چین کے درمیان اس اشتراک کی بدولت ہمارا تزویراتی محور (Strategic Pivot) قائم ہے۔ الحمدللہ ہم نے اب وہ صلاحیت حاصل کر لی ہے جس کی بدولت اپنی تزویراتی سوچ کو جنگی منصوبوں سے ہم آہنگ کیا ہے، یعنی پہلے حملہ کرنے (Pre-emption) اور جارحانہ دفاع کی صلاحیت (Offensive Defence) میں حقیقت کا رنگ بھرنے اور حریف قوت کے خلاف فیصلہ کن جنگ جیسے اہداف حاصل کیے ہیں۔ یہ ایسی صلاحیت ہے جو بذاتِ خود مزاحمت (deterrence) بھی ہے اور جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی فتح یاب ہونے کی نوید بھی۔ یہ اَمر باعث اطمینان ہے کہ جدوجہد کی اس گھڑی میں ہم تنہا نہیں ہیں، قوم ہمارے ساتھ ہے۔ یہ ہماری قوم ہی ہے جس نے انتہائی مشکل حالات کا نہ صرف مردانہ وار مقابلہ کیا ہے بلکہ عزت و وقار سے زندگی گزارنا بھی جانتی ہے۔

دوسری اہم بات جو ہمارے لیے انتہائی حوصلہ افزا ہے وہ ہماری مغربی سرحدوں کے پار افغانستان میں حریت پسندوں کی جدوجہد آزادی کی کامیابی ہے جو اب اپنے منطقی انجام کے قریب ہے۔ سوپر پاورز کے توسیع پسندانہ عزائم کے دن گزر چکے ہیں اور عنقریب افغانیوں کے غلبے کا سورج طلوع ہونے والا ہے۔

ہماری فوج کو اپنی ماضی کی غلطیوں کا احساس ہے اور اپنی قومی ذمہ داریوں کا بھی ادراک ہے لیکن ہماری سب سے بڑی کمزوری ہماری قوم کی پراگندا سوچ ہے جو بے حد خطرناک ہے۔ اس خطرے سے ترکی کے صدر نے پاکستان کے دورے کے موقعے پر قوم کو آگاہ کیا تھا کہ: ''پاکستان کی سلامتی کو فتح اللہ گولن طرز کے خطرات کا سامنا ہے'' جس سے نمٹنے کے لیے ترجیحی بنیادوں پر اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کی سیاسی و نظریاتی تفریق خطرناک ہوتی جارہی ہے جو فوری تدارک کی متقاضی ہے۔ ہماری نظریاتی تفریق اور نظریات سے عاری موجودہ سیاسی نظام ان مشکل حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا جو ایک خطرناک صورت حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نظام حکومت منتخب کرنے کا اختیار دیا ہے جس کی بنیاد قرآن وسنہ کے اصول ہیں۔ یہی ہمارا نظریۂ حیات ہے جس کی تشریح ۱۹۷۳ء کے آئین میں ان الفاظ میں کی گئی ہے: ''پاکستان کا نظامِ حکومت جمہوری ہوگا، جس کی بنیاد قرآن وسنت کے اصولوں پر قائم ہوگی''۔

لیکن بدقسمتی سے ہم نے قرآن وسنت کے اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے صرف جمہوریت کو ہی ترجیح دی ہے۔ نہ ماضی کی کسی حکومت کو، نہ موجودہ حکومت کو اور نہ متعدد مذہبی جماعتوں کو یہ توفیق ہوئی ہے کہ وہ قوم کی نظریاتی شناخت کو محفوظ بنانے کی طرف توجہ دیتیں۔ ہم اپنے بچوں کو مسلم شناخت دینے میں ناکام ہوئے ہیں، کیوں کہ ہمارا نظامِ تعلیم قرآن وسنت کے اصولوں سے یکسر عاری ہے۔ ہماری سیاسی ونظریاتی تفریق کا سبب ہمارا برسرِ اقتدار طبقہ ہے، جس نے ہمارے معاشرے کو لبرل 'سیکولر' روشن خیال اور قوم پرست گروپوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ مذہبی طبقات نظرانداز ہونے کے سبب نمایاں سیاسی مقام نہیں رکھتے اور نہ حکمرانی سے ہی متعلق معاملات یا پالیسی سازی کے عمل میں ان کا کوئی عمل دخل ہے۔ وہ تو بذاتِ خود زیادتی کا شکار ہیں اور ہمارے عوام انھیں ووٹ نہیں دیتے۔ ہماری دینی جماعتیں اپنی ظاہری اور باطنی کاوشوں کے باوجود جن کا پرچار میڈیا پر دن رات ہوتا ہے، پاکستانی قوم کے رخ کو درست سمت میں رکھنے میں ناکام ہیں۔

ہمارے قومی نظریۂ حیات کے دونوں عناصر کے مابین توازن پیدا کرنے کا ایک ہی راستہ ہے، یعنی جمہوریت ہمارا نظامِ حکمرانی ہوگا اور قرآن وسنت اس نظام کو نظریاتی تحفظ فراہم کریں گے لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے اربابِ اختیار جنھوں نے 'اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے تحفظ اور دفاع کا حلف اٹھا رکھا ہے''، وہی قومی نظریۂ حیات کے تقدس کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہیں۔ لہٰذا، موجودہ ابتر صورتِ حال کے تدارک کی ذمہ داری جہاں اربابِ اختیار پر عائد ہوتی ہے وہاں سیاسی اور دینی جماعتوں کی بھی اوّلین ذمہ داری ہے، کیوں کہ لبرل اور سیکولر عناصر ملکی معاملات سے دینِ اسلام کو الگ کر دینا چاہتے ہیں۔ ان کی دانست میں ''انسانی بقا کا محور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بجاے ترقی پسندانہ نظام ہے جو شخصی خودمختاری کا قائل ہے۔ اوّلیت اللہ تعالیٰ کی ذات کو نہیں بلکہ انسان کو حاصل ہے'' (نعوذ باللہ)۔ بنگلہ دیش اس امر کی واضح مثال ہے لیکن پاکستان کا معاملہ اس سے بہت مختلف ہے۔ خدانخواستہ اگر ویسی صورتِ حال پیدا ہوئی تو پاکستان ایک طوفان میں گھر جائے گا۔ کچھ ایسے ہی حالات ۶۶-۱۹۶۵ء میں انڈونیشیا کو درپیش تھے جب سوشلزم اور کمیونزم کی تبلیغ کی جارہی تھی، جس کے خلاف وسیع پیمانے پر احتجاجی تحریک چلی اور خانہ جنگی ہوئی، جو ڈیڑھ ملین عوام کی موت کا سبب بنی اور آخرکار صدر سہارتو نے اقتدار سنبھالا۔ خدانخواستہ اگر ہم

اس گرتی ہوئی صورتِ حال کا تدارک کرنے میں ناکام رہے تو ہمیں تباہ کن خطرات کا سامنا ہوگا کیوں کہ پاکستان انڈونیشیا کی طرح جزیرہ نہیں ہے۔ ہمارے پڑوس میں انقلابی ایران اور افغانستان جیسے جہادی ممالک ہیں جو خاموش نہیں بیٹھیں گے ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوگا جسے سنبھالنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

آج ہم اس مقام پر ہیں جہاں ہماری افواج اپنی جغرافیائی سرحدوں کے تحفظ کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہیں، لیکن ہماری سیاسی و مذہبی قیادت اپنی نظریاتی سرحدوں کو تحفظ دینے میں ناکام ہیں۔ ہمارا نظریۂ حیات کمزور ہو چکا ہے اور جب نظریۂ حیات کمزور ہو جائے تو قوم باوقار زندگی گزارنے کے حق سے محروم ہو جاتی ہے۔ ہمارے ایک دانش ور کے بقول: ''ہماری قوم آج ان مسائل کے بجائے اپنے آپ سے برسرِ پیکار ہے جو ایک تباہ کن شغف ہے۔ اس میں جیت ہی ہماری سب سے بڑی ہار ثابت ہوگی''۔

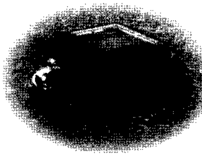

قابلِ مبارک باد ہیں

جو خوش نصیب حج بیت اللہ کے لیے جا رہے ہیں --- اُن کے لیے

اور جو تمنا رکھتے ہیں --- اور تمنا کون نہیں رکھتا؟ --- سب کے لیے

حج پر جانے والے عزیز و اقارب کو ضرور تحفہ دیجیے

خرم مرادؒ کے قلم سے

آپ ﷺ کے ہمراہ

حجِ وداع کی داستان	۲۲ روپے
سفرِ حج سفرِ محبت	۱۵ روپے
حج کا پیغام	۱۰ روپے
حج اور قربانی	۱۰ روپے
نالۂ نیم شب	۱۰ روپے
سفرِ حج اور سفرِ آخرت	۱۰ روپے
حج کی حکمت اور تقاضے	۱۳ روپے
قربانی مسلمان کو مسلمان بناتی ہے	۲۰ روپے

دیگر اہلِ قلم

حج بیت اللہ اور سفرِ عرب	۱۹۵ روپے
خواتین اور حج بیت اللہ	۱۷ روپے
حج کی تیاری	۵ روپے
حج کی دُعائیں	۱۰ روپے
حج تیاری سے واپسی تک	۲۵ روپے

منشورات

منصورہ ملتان روڈ لاہور۔ 54790   manshurat@gmail.com

0320-543 4909 / 042-35252210-11   +92 332 003 4909

www.facebook/manshurat

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی کی چند عمدہ کتابیں

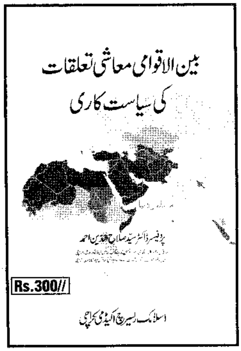

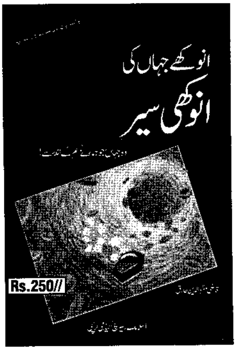

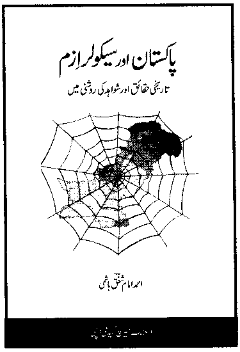

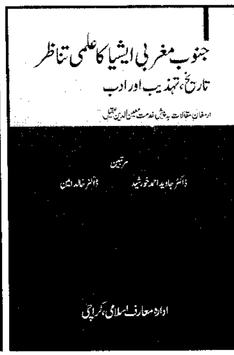

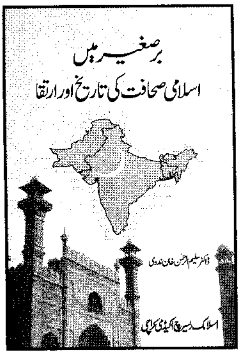

علمی، فکری اور تہذیبی کشمکش کے اس دور میں فکری اور دینِ اسلام کے سرمائے کی آبیاری کے لیے اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی کی شائع کردہ اِن کتب سے خود بھی مستفید ہوں اور احباب کو بھی اس کے لیے راغب کریں۔

اور دیگر بیسیوں کتابیں اور کتابچے ــ قاری کے لیے مفید اور کتب خانے کی زینت!

ابھی طلب کیجیے! **اکیڈمی بک سینٹر**

ڈی۔۳۵، بلاک۔۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔فون:۳۶۸۰۹۲۰۱(۲۱۔۹۲)

برقی پتا:irak.pk@gmail.com، ویب گاہ:www.irak.pk

کراچی فضلی سنز۔اردو بازار۔32212991 ‖ دارالاشاعت۔اردو بازار۔32213768 ‖ ویلکم بک پورٹ۔اردو بازار۔32633151

لاہور اسلامک پبلی کیشنز۔37248676 ‖ ادارہ مطبوعاتِ طلبہ۔37553991 ‖ مکتبۂ اسلامی۔0300-8403575

اسلام آباد ملت پبلی کیشنز۔2254111 ‖ **جہلم** بک کارنر۔0321-5777931 ‖ **راولپنڈی** مکتبہ تبلیغ الاسلام۔5961127